

مکاتیب

۲/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ ۷ اکتوبر ۲۰۱۵ء

بخدمت محترم و مکرم مولانا زاہد الراشدی زید لطفہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کے رسالہ ”غامدی صاحب کا تصور حدیث و سنت“ کا اشتہار الشریعہ میں نظر پڑا تو میری خواہش پر اس کی ایک کاپی میاں عمار صاحب نے مجھے بھیج دی ہے۔ میں شکر گزار ہوں کہ مستفید ہونے کا موقع ملا۔ اللہ آپ کے افادات کو قائم و دائم رکھے۔ مگر استفادہ کیلئے شکر گزاری کے ساتھ ایک شکوہ گزاری کی بھی اجازت ہو۔ آپ کی تحریر بتا رہی ہے کہ آپ غامدی صاحب کے موقف کو بالکل غلط سمجھ رہے ہیں یہاں تک کہ ”وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ اَوْ رَوَّيْتِغ سَبِيلَ غَيْرِ الْمَوْ مَنِغِنِغ کی حدوں کو چھوٹا ہوا۔ مگر ان کے لئے آپ کے احترام اور برادرانہ مودت پر اس کا ادنیٰ اثر نہیں دیکھنے میں آتا۔ جو آدمی وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ کی حدوں کو چھوڑتا ہے اس کے لئے بھی برادرانہ مودت و احترام کی گنجائش!

یہ آپ کی جون ۲۰۰۸ء کی تحریر ہوئی۔ اس پر محترم غامدی صاحب کے شاگرد آپ کو جواب دیتے ہیں جس پر آپ خود محترم ہی کی طرف سے وضاحت کے لئے ”درخواست“ گزار ہوتے ہیں۔ محترم آپ کی ”گزارش“ کو قبول کرتے ہوئے اپنے ماہنامہ ”اشراق“ مارچ ۲۰۰۹ء میں وضاحت فرماتے ہیں۔ اور اپنے علماء کے اختلاف کو محض اصطلاحات کا فرق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میرے ناقدین اگر میری کتاب ”میزان“ کا مطالعہ دقت نظر کے ساتھ کرتے تو اس چیز کو سمجھ لیتے۔ اور انھیں کوئی غلط فہمی نہ ہوتی۔ یہ توقع اب بھی نہیں۔ دین کے سنجیدہ طالب علم البتہ مستحق ہیں کہ اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے چند معروضات ان کی خدمت میں پیش کر دی جائیں۔“

اس ارشاد کے مطابق ہمارے محترم مولانا زاہد الراشدی اپنے محترم جناب غامدی کی نگاہ میں ”دین کے (ایک) سنجیدہ طالب علم“ سے زیادہ کے خانے میں نہیں آتے۔ مگر ہمارے مولانا کا ظرف کہ آگے گفتگو غامدی صاحب کے لئے اس احترام سے بہر حال محروم نہیں ہوئی ہے جو چلا آ رہا تھا۔ یہاں مجھے اپنے تایا صاحب کا ایک لطیفہ یاد آ رہا ہے۔

_____ ماہنامہ الشریعہ (۴۷) اکتوبر ۲۰۱۵ء _____

طبیعت میں لطافت تھی اور شرک و بدعت کے بارے میں بالکل مولانا اسماعیل شہیدؒ کا ذہن رکھتے تھے۔ دوسری طرف محلہ میں شرک و بدعت کی دکانیں بھی چل رہی تھیں۔ اپنا مکان ایسی جگہ واقع تھا کہ سارے محلہ کی گزرگاہ۔ تایا صاحب ایسے لوگوں کو نظر میں رکھتے تھے جن کی ان دکانوں میں آمد و رفت ہوتی اور کسی کو مناسب سمجھتے تو حال چال پوچھنے کو بلا لیا کرتے۔ ایک صاحب سے ان کے مولانا صاحب کا حال پوچھا جو بیمار چل رہے تھے۔ بیچارے سیدھے سے تھے۔ بولے کہ بڑے مولی صاب نے جب سے مسجد کی زمین بیچ لی، تب سے نہیں چار پائی سے اٹھ پائے۔ تایا صاحب نے لطف لیا اور فرمایا: مگر رہے پھر بھی بڑے مولی صاب ہی! خیر یہ تو لطف تھا کہ ذرا دیر کو فضا بدل جائے۔ عرض یہ کرنا تھا کہ غامدی صاحب کے کلام میں جو اذعانیت ہے یعنی یہ طرز کلام کہ

”ہمارے علماء ان تینوں کے لئے ایک ہی لفظ ”سنت“ استعمال کرتے ہیں۔ میں اسے موزوں نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک پہلی چیز کے لئے ”سنت“ دوسری کے لئے ”تفہیم و تمہین“ اور تیسری کے لئے ”اسوہ حسنہ“ کی اصطلاح استعمال ہونی چاہئے۔“

تو ”ہمارے علماء“ کے مقابلہ میں یہ ”میں ان کی اصطلاح کو موزوں نہیں سمجھتا۔“ اور میرے نزدیک یہ ہونا چاہئے، وہ ہونا چاہئے۔“ کیا اس ہفت آسمانی طرز کلام والے ”کئے آمدی و کئے پیر شدی“ لوگوں کے ساتھ یہ ”سراپا احترام طرز گفتگو دینی نقطہ نظر سے مناسب ہے؟ ان کی اذعانیت ان کے بطلان کی طرف سے اطمینان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور صاحب مقام علماء کی طرف سے یہ سراپا احترام طرز گفتگو اس پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ مجھے یہ عرض کرنے میں معاف رکھئے کہ محترم کے سلسلہ میں الشریعہ کے رئیس التحریر کی یہ حد سے بڑھی کریمانہ روش ایک مدعی کو قابل لحاظ بننے میں مددگار ہوئی ہے۔ نہ کیجئے حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کے لہجہ میں گفتگو مگر اس کا بالکل عکس، یہ تو آپ کے منصب نہیں کہی جاسکتی۔ والسلام

گستاخی کے لئے عفو خواہ،
عتیق الرحمن سنہ ۱۴۲۸ھ

(۲)

1989ء میں قائد اعظم یونیورسٹی میں الیکٹرانکس میں داخلہ ہوا تو شروع شروع کے دنوں میں جن کلاس فیلوز سے قریبی تعلق ہو گیا ان میں کراچی کا ایک دوست (نام حنیف فرض کر لیجئے) بہت محنتی اور ملنسار تھا اور پڑھائی اور اسائنمنٹس مکمل کرنے میں بہت ساتھ دینے والا۔ ہم لوگ رات گئے تک پڑھتے۔ ہم کلاس فیلوز سارے پاکستان سے دور دور سے آئے تھے اور ہمارے کچھ کلاس فیلو اردن، شام، فلسطین، سعودیہ، مصر وغیرہ کے بھی تھے۔

حنیف کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ ہر ایک کے کام آنے کی کوشش کرتا۔ کبھی اس کے کمرے میں گئے تو معلوم ہوا کہ فلاں دوست کے ساتھ ڈپنٹری گیا ہوا ہے یا فلاں کی دوا لینے کے لیے آپارہ مارکیٹ گیا ہوا ہے۔ کوئی گھر سے آرہا ہے

_____ ماہنامہ الشریعہ (۲۸) اکتوبر ۲۰۱۵ _____